سخنان

علماء اور ملّت کا قصور

ہم ماہ صفر المظفر کے شمارے کی صورت میں پھر بارگاہ حضرت سید الشہداء میں اپنا حقیر ہدیۂ عشق وارادت پیش کر رہے ہیں۔

انٹرنیٹ سے متعلق افراد اب ہمارا ماہنامہ ''شعاع عمل'' اور نور ہدایت فاؤنڈیشن کے تمام مطبوعات ہماری ویب سائٹ www.noorehidayat.com پر پڑھ سکتے ہیں۔

ہمارے اشاعتی نظام کا ماہنامہ ''شعاع عمل'' (ہندی اردو) کے سلسلے میں چوتھا سال شروع ہو گیا ہے، اللہ کا شکر ہے کہ ہم نے مجلہ کے معیار کو بہتر بنانے کی بھرپور کوشش کی اور کافی حد تک کامیاب رہے، ہندوستان وایران کے سیکڑوں فقہاء وعلماء کے مضامین اور صاحبان کمال شعراء کے کلام شائع کئے۔ موجودہ عہد میں ہمارے پورے ہندوستان میں مضبوط اور بالغ نظر شاید چند ہی اہل قلم ہیں، اللہ کا کرم ہے کہ ان میں سے زیادہ تر سے ہمارے جریدے کا گہرا رشتہ ہے اور ان کے مقالات ہمارے ماہنامہ میں شائع ہوتے رہتے ہیں ورنہ مشار الیہم افراد کو چھوڑ کر' ہماری جماعت میں اہل علم، اہل فکر اور اہل قلم حضرات کا کال سا ہوتا جا رہا ہے۔ اچھے علمی مضامین لکھنے والے تقریباً ناپید ہوتے جا رہے ہیں اور جو لوگ کچھ لکھتے ہیں وہ وہی پرانی پٹی پٹائی چیزیں لکھا کرتے ہیں جو ہزاروں مرتبہ لکھی جا چکی ہیں۔ ان مضامین میں نہ ندرت ہوتی ہے، نہ فکر ہوتی ہے، نہ علمی متانت ہوتی ہے، نہ گہرائی ہوتی ہے اور نہ معنویت ہوتی ہے۔ مضامین زیادہ تر لفاظی یا جذباتیت پر مشتمل ہوتے ہیں، بار بار کی دُہرائی ہوئی اتھلی اور سطحی باتیں ہوتی ہیں جو ایک نئے لباس میں پیش کر دی جاتی ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ محرم نمبر یا رمضان نمبر وغیرہ معنوی اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف نہیں ہوتے۔ یہ ایک بڑی دردناک حقیقت ہے جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ علم اور فکر کے چراغ گل ہوتے جا رہے ہیں اور جہل کے منحوس سائے اس تیزی سے بڑھتے جا رہے ہیں کہ اگر انھیں روکنے پر فوری توجہ نہ کی گئی تو وہ دن دور نہیں جب باب مدینۃ العلم کے ماننے والے ہمیشہ ہمیش کے لئے جہل کی ظلمتوں میں کھو جائیں گے۔

اس صورت حال کی ذمہ داری کس پر ہے؟

واقعہ یہ ہے کہ علم دین کے مدارس ویران ہوتے جا رہے ہیں۔عمامہ پوش اور کلاہ بسر جتنی تیزی سے بڑھ رہے ہیں علماء کی تعداد اتنی ہی تیزی سے گھٹتی جا رہی ہے۔

علماء کی تعداد گھٹنے اور مدارس دینیہ کے ویران ہونے کی ذمہ داری علماء پر بھی ہے اور ملّت پر بھی۔

ملت کا قصور یہ ہے کہ وہ پیشہ ور ذاکرین پر تو جی کھول کر روپیہ خرچ کرتی ہے، لیکن علماء اور طلاّب کی ضروریات پر کوئی توجہ نہیں کرتی، اس کا ایک برا نتیجہ یہ نکلا کہ علماء اور طلاب بھی خاموشی سے حصول علم پر توجہ دینے کے بجائے، ذاکری کا پیشہ اختیار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اور محض قوتِ لایموت کے حصول کے لئے علم کو خیر باد کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، ظاہر ہے کہ ذاکری کے لئے علم کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔ محض چند مسودے یاد کر لینا اور چند جھوٹی سچی روایات کو پیش نظر رکھنا کافی ہوتا ہے۔ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ، کلام، رجال، فلسفہ، منطق، ریاضی، ہیئت اور دوسرے علوم پر کیوں وقت ضائع کیا جائے۔علم حاصل کر کے بھوکوں مرنے کے مقابلہ میں یہ کہیں بہتر ہوتا ہے کہ ذاکری کا دھندا اختیار کر لیا جائے چنانچہ ملت کے غلط اندازِ نظر کے نتیجہ میں بھی علم دین کا وجود ختم ہوتا جا رہا ہے۔

ذاکرین کا طبقہ جب علم ہی سے کورا ہوتا ہے تو اس سے کسی فکر کی توقع اور بھی بے سود ہے۔

اس سلسلہ میں مزید ستم یہ ہوا کہ پہلے ذاکری سے جو خلوص وابستہ ہوتا تھا وہ بھی ذاکری کے ''کاروبار'' بن جانے کی وجہ سے قطعاً ختم ہو گیا ہے۔اب ہر ذاکر اس فکر میں رہتا ہے کہ کس طرح دوسرے ذاکر کو کاٹ کے اس کے عشرہ پر قبضہ کر لیا جائے، چنانچہ ذاکری کے میدان میں بھی وہی لوگ کامیاب نظر آتے ہیں جو سازش، جوڑ توڑ اور نیچی سے نیچی حرکتوں کے ماہر ہوا کرتے ہیں۔ہم سے مثالیں یا ثبوت طلب نہ کیجئے اس لئے کہ اگر ہم نے یہ ثبوت پیش کرنا شروع کر دیئے تو ایسے گندے اور گھناؤنے مناظر نگاہوں کے سامنے آئیں گے جن کے تصور سے بھی ہماری روح تھرا اٹھتی ہے۔

بہرحال سوچنے کی بات یہ ہے کہ حالات کی اصلاح کس طرح کی جائے؟

اس سلسلہ میں پہلا قدم یہ ہونا چاہئے کہ مدارس دینیہ میں طلاب کی تعداد بڑھائی جائے۔یہ کام اسی وقت ہو سکتا ہے جب ایک طرف تو دینی مدارس کی آمدنی بڑھائی جائے اور دوسری طرف طلبہ میں یہ اعتماد پیدا کیا جائے کہ ان کا مستقبل تاریک نہیں ہے بلکہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد ان کے لئے حصول معاش کے دروازے کھلے ہوئے ہیں''۔

مدارس کے ذمہ دار علماء کا فرض ہے کہ وہ حوزات و مدارس کو نہ اپنے تحصیل زر کا ذریعہ بنائیں اور نہ ہی اُنھیں اپنی ملکیت وسلطنت سمجھیں بلکہ انھیں امام زمانہؑ کی ملکیت جانیں اور فی سبیل اللہ خدمات انجام دیں اور اپنے بعد کے لئے عمید، مسئول یا پرنسپل اسے بنائیں جو اچھی تعلیم کے ساتھ انصرامی صلاحیت اور سیاسی وسماجی بصیرت بھی رکھتا ہو اور اساتذہ کے تقرر کے وقت گھر،

خاندان، نسل اور تعلقات سے بلند ہوکر صرف تعلیمی ترقیاں ملحوظ رکھیں، مقصد یہ ہے کہ اہل کے بجائے نا اہل منصب دار نہ ہوجائیں اور اساتیذ وتلامیذ میں مذکورہ رشتوں کی بنیاد پر نابرابری وناانصافی کا ماحول بھی نہ بنائیں ورنہ مدارس اختلافات کا شکار ہوں گے جیسا کہ آج ہندوستان میں اکثر مدارس وجامعات وحوزات کا حال ہے۔

''اگر ہر شہر اور قصبہ و دیہات کے مومنین اپنے اپنے یہاں مساجد میں پیش نماز مقرر کرنا شروع کردیں، تو فارغ التحصیل طلبہ کے لئے معاش کا بندوبست ہوسکتا ہے اور معاش کا انتظام ہوجائے تو طلاب کی تعداد میں معتد بہ اضافہ ہوسکتا ہے مگر یہ بھی دھیان رہے کہ مومنین اپنے ائمہ مساجد کو نوکر نہ سمجھیں البتہ پیشنماز حضرات بھی اپنے فرائض کا پورا پورا خیال رکھیں۔

''لیکن سوال یہ ہے کہ ہر شہر، قصبہ یا دیہات کے مومنین کو پیش نماز کے تقرر پر توجہ کون دلائے؟

ذاکرین یہ کام نہیں کرسکتے، اس لئے کہ انھیں مسئلہ خلافت پر مسودے یاد ہوتے ہیں، نماز جماعت پر ان کے پاس کوئی مسودہ نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں یہ کام خود علماء کو سنبھالنا چاہئے۔ وہ جہاں بھی تشریف لے جائیں وہاں کے مومنین کو یہ سمجھائیں کہ مسجد میں پیش نماز ضروری ہے اگر وہ یہ ذراسی زحمت قبول فرمالیں تو حالات میں تبدیلی کی توقع کی جاسکتی ہے۔

ارباب ملت کو بھی یہ سوچنا چاہئے کہ محض مجلس پڑھنے کے لئے کسی ذاکر کو بلالینا دین نہیں ہے، جہاں عزاداری ضروری ہے وہیں نماز بھی ضروری ہے، دوسرے ارکان دین بھی ضروری ہیں اور فرائض وسنن کی صحیح ادائیگی کے لئے بستی میں ایک عالم ضروری ہے، اگر یہ احساس اُبھر آئے تو دینی مدارس کی ویرانی آبادی میں تبدیل ہوسکتی ہے، اس لئے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ جب ہر بستی میں عالم کی ضرورت ہوگی اور اسے اپنے حسنِ خدمت کا اچھا معاوضہ ملے گا تو لوگ علم دین حاصل کریں گے، علماء کی تعداد بڑھے گی اور آج جہل کا جو سایہ ہمارے سروں پر منڈلا رہا ہے وہ دور ہونا شروع ہوجائے گا۔

علم کے چراغ روشن ہوں گے تو فکر کی شمعیں بھی فروزاں ہوں گی۔ ذوق تحقیق بھی اُبھرے گا۔ تصنیف وتالیف کے مشاغل بھی عام ہوں گے اور اچھے مضامین کا وہ فقدان جس کے نتیجہ میں ہمارے سارے پرچے اور نمبر ذہنی افلاس وفکری فرومائیگی کا شکار نظر آتے ہیں دور ہوجائے گا۔

ہم سب بارگاہ باری میں دست بدعا ہیں کہ وہ دن جلد آئے جب ہمارا یہ خواب پورا ہو اور باب مدینۃ العلم کے پیرو علم وفکر کی ان مجلسوں کے میر محفل نظر آئیں جن سے وہ بے دخل ہوتے جارہے ہیں''۔

(ادارہ)